

اگر خدا تعالیٰ کا سہارا نہ ہو، اس کی مدد نہ ہو تو ظاہری اسباب اور تعلقات
رتی بھر فائدہ نہیں دے سکتے۔

حقیقی ولی وہی ہے جس میں عاجزی اور انکسار ہے اور جماعت احمدیہ میں
ہر فرد کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس میں حقیقی ولی وہی ہے
جس کا خلافت کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے۔

دنیاوی لالچ کی وجہ سے نہ دنیا داروں سے دوستی کرو، نہ ہی اس دولت کی طرف
اتنے مائل ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ تمہیں بھول جائے۔

اپنی روحانی حالت بڑھانے کے لئے، خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے خود بھی
نمازوں کی طرف توجہ دو اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کی تلقین کرو۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20 نومبر 2009ء بمطابق 20 ربوٰت 1388 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ - إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ -
إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ - صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ -

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ - اتَّخَذَتْ بَيْتًا - وَإِنْ أَوْهَنَ
الْبَيْوتُ لَبِيتُ الْعَنْكَبُوتِ - لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - (سورة العنكبوت: 42)

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور دوست بنائے مکڑی کی طرح ہے اس نے بھی ایک گھر بنایا
اور تمام گھروں میں یقیناً مکڑی ہی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ کاش وہ یہ جانتے۔

یہ آیت سورۃ عنکبوت کی آیت ہے۔ جیسا کہ اس کے مضمون سے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں
ان بدقسمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو خدا تعالیٰ کا در چھوڑ کر دوسروں کے در تلاش کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی دوستی کو چھوڑ کر
غیر اللہ کی دوستی کو اختیار کرتے ہیں۔ ظاہری اور عارضی فائدہ کو دیکھ کر ٹھوس اور مستقل فوائد کو نظر انداز کرتے ہیں۔
دنیا کی جاہ و حشمت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کو بھول جاتے ہیں۔ دنیا داروں کی خوشنودی کی
خاطر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ولی بنانے کی بجائے غیر اللہ کو ولی بنانے کی کوشش کرتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مضبوط حصار میں آنے کی بجائے مکڑی کے کمزور جالے کو اپنا حصار سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلی آیات میں عاد، ثمود کا ذکر کیا ہے۔ پھر قارون اور فرعون اور ہامان کا ذکر
فرمایا ہے۔ بلکہ کچھ آیات پیچھے چلے جائیں تو لوط کی قوم کا بھی ذکر ہے اور پھر ان سب کے انجام کا ذکر ہے۔ اس
لئے کہ وہ خدا کو بھول گئے اور دنیا داری ان کا مقصود ہو گئی۔ کسی کی قوم، کسی کی دولت، کسی کے اونچے محل، کسی کے
پہاڑوں میں بنائے ہوئے محفوظ گھر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے آگے کوئی کام نہ آسکے۔ قرآن کریم میں اس حوالے
سے کئی جگہ ذکر ملتا ہے کہ کس طرح قومیں ہلاک ہوتی رہیں۔ کیونکہ بجائے خدا تعالیٰ کو پناہ گاہ پکڑنے کے
انہوں نے عارضی پناہ گاہوں پر بھروسہ کرنے کی کوشش کی۔ ان قوموں کا ذکر کر کے خدا تعالیٰ نے ہمیں بھی ہوشیار
کیا ہے۔ واضح کر دیا کہ صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کو ولی بنانے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کی
پناہ میں آنے کے لئے اس کی دوستی کا حق ادا کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جس طرح ماضی میں ہامان کا معزز ہونا
یا اس کی حکومت کا ہونا کسی کو نہ بچا سکا، آئندہ بھی نہیں بچا سکے گا۔ اگر قارون کی دولت اور مال ماضی میں اس کے
کسی تعلق رکھنے والے یا خود اسے نہ بچا سکی تو اب بھی کسی کا مال اور دولت خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف چلنے والوں
کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکے گی۔ قارون کی دولت نہ پہلے کسی کی بھوک مٹا سکی اور نہ اب مٹا سکتی ہے۔ نہ
ہی فرعون کسی کے کام آسکا کہ فرعون کی غلامی میں آنے سے ہامان اور قارون سے خود بخود بچت ہو جائے گی کہ وہ
سب سے بڑا ہے۔ لیکن یہ بھی کام نہ آسکا۔ پس یہ ساری پناہ گاہیں مکڑی کے جالوں سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں

رکھتیں۔

آج بھی دنیا دولت مندوں کی دولت کی طرف دیکھتی ہے۔ حسرت سے یہ کہا جاتا ہے کہ کاش ہمارے پاس بھی یہ ہوتا اور جس طرح یہ لوگ دولت مند ہیں، ہم بھی اس طرح دولت مند ہوتے۔ یاد دولت مند شخص کی خوشامد کی جاتی ہے یا دولت مند حکومتوں کی خوشامدیں کی جاتی ہیں۔ جو غریب حکومتیں ہوتی ہیں وہ ان سے امداد لینے اور ان کی حکومتوں کے سائے میں آنے کے لئے ان کی خوشامد کرتی ہیں کہ اس سے ہماری ملکی ترقی وابستہ ہے یا پھر یہ کہ اس سے ہماری بقا وابستہ ہے۔ اپنے قومی اور ملکی مفاد کو مفادات کو جو مفاد پرست لیڈر ہیں داؤ پر لگا دیتے ہیں اور یہ باتیں اب کئی ملکوں کے اندرونی راز ظاہر ہونے پر دنیا کے علم میں آچکی ہیں۔ کئی ایسے مسلمان ملکوں کے سربراہ بھی اپنے ملکوں کو گروی رکھ چکے ہیں جن کو ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ ان کے پاس اچھی بھلی دولت ہے لیکن کیونکہ خدا تعالیٰ پر یقین کامل نہیں ہے اس لئے اپنی حکومتوں کے بقا کے سہارے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ قارون کے زیر تصرف دولت اس کے کچھ کام آسکی اور نہ ہی فرعون کی طاقت اس کے کسی کام آسکی۔ جب خدا تعالیٰ کی تقدیر اپنا کام کرنا شروع کر دیتی ہے تو پھر کوئی اسے ٹالنے والا نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں جو پرانے لوگوں کے یہ ذکر محفوظ کئے گئے ہیں، یہ ہمیں صرف تاریخ سے آگاہ کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ایک مومن کے ایمان میں ترقی کے لئے ہیں اور اپنی حالتوں کی طرف توجہ دینے کے لئے ہیں۔ مثلاً قارون کے ضمن میں اس کا قصہ بیان کرنے کے بعد اس کے انجام کے بارے میں خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ۔ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُوهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ (التقصص: 82)۔ پس ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پس اس کا کوئی گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلے پر اس کی مدد کرتا اور وہ کسی تدبیر سے بچ نہ سکا۔ پس خدا تعالیٰ کے مقابلے پر نہ گروہ کسی کام آسکا، نہ ان کی دولت کسی کام آسکی اور نہ یہ کبھی آتی ہے۔ جن کی دولت کے سہارے ڈھونڈتے ہوئے بعض لوگ ان سے تعلقات استوار کرتے ہیں اور اس حد تک تعلقات استوار کئے جاتے ہیں، اس حد تک ان کو سہارا بنایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو ہی بھلا دیا جاتا ہے۔

گزشتہ سال دولت مند ملکوں کو بلکہ ساری دنیا کو ہی اللہ تعالیٰ نے معاشی بحران کی شکل میں جو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا ہے جسے Credit Crunch کہتے ہیں، یہ ٹرم مشہور ہے۔ اس حالت سے ابھی تک نہ یہ کہ دنیا باہر آئی ہے بلکہ آج تک اس کے اثرات ظاہر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کہنے کو تو کہا جا رہا ہے کہ معیشت میں استحکام پیدا ہونے کی طرف قدم اٹھنے شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن آج تک ملازمتوں میں کمی اور فراغتوں کا سلسلہ چل رہا ہے

- روزانہ کوئی نہ کوئی کمپنی اپنے ملازمین کو فارغ کر رہی ہے۔ سرمایہ کاری کرتے ہوئے ابھی تک خوف کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ اسی طرح طاقت کا سہارا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ ہم فرعون کی طاقت کے زیر اثر ہیں۔ اپنی پناہ گاہ تلاش کی ہوئی ہے اس سے بچ سکتے ہیں۔

صداقت کے حوالے سے قرآن کریم نے فرعون کی مثال دی ہے۔ وہ تو خدائی کا دعویٰ کرنے والا تھا۔ خدائی کی بڑ مارنے والا تھا لیکن جب اس کے بھی انجام کا وقت آیا تو اس کی حکومت تو ایک طرف رہی وہ بڑ بھی اس کو نہ بچا سکی۔ کہاں تو اس کا یہ اعلان اور دعویٰ تھا کہ فَاجْعَلْ لِّي صَرْحًا لَّعَلِّيْ اَطَّلِعُ اِلَى اللّٰهِ مُؤَسِّسًا - وَ اِنِّيْ لَا اَظُنُّهُ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ (الفصص: 39) یعنی پس مجھے ایک محل بنا دے تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں تو سہی اور میں یقیناً یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آیا تو پھر بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لانے پر بھی تیار ہو گیا۔ جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر ملتا ہے کہ حَتّٰى اِذَا اَذْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْ اٰمَنْتُ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس: 91) کہ جب غرق ہونے کی آفت نے پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس پر جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں سچی فرمانبرداری کرنے والوں میں سے ہوں۔ پس کہاں تو یہ بڑ کہ میں اونچے محل پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کا پتہ تو کروں اور کہاں یہ تدلل کہ موت کو سامنے دیکھ کر ڈوبتے وقت یہ اعلان کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ وہ قوم جو فرعون کی نظر میں حقیر قوم تھی اور معمولی مزدوروں کے کام کرتی تھی ان کے خدا کا حوالہ دے رہا ہے۔ موسیٰ کے خدا کی بات کرتا تو حضرت موسیٰؑ اس کے گھر میں پلے بڑھے تھے اور اس لحاظ سے معزز سمجھے جاتے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس وقت اس سے ایسے الفاظ کہلوائے جو اس کی نہایت ذلت اور عاجزی کی حالت کا اظہار کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سہاروں کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آج بھی دنیاوی سہاروں کی یہی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ لیکن دنیا داروں کو پھر بھی سمجھ نہیں آتی۔ بادشاہتیں تو علیحدہ رہیں کسی کو اگر کسی عام ممبر پارلیمنٹ کے رشتہ دار سے بھی تعلق پیدا ہو جائے تو وہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگ جاتا ہے اور خاص طور پر جو غریب ملک ہیں، جو ترقی پذیر ملک کہلاتے ہیں، ترقی پذیر تو ابھی تک ان میں نہیں آئی لیکن بہر حال کہلاتے ہیں۔ ان ملکوں کی یہ عام بیماری ہے اور پاکستان میں تو اس کی انتہا ہوئی ہوئی ہے۔ اس تعلق کی بنا پر جوان کا بعض افسروں سے ہوتا ہے۔ ان پر انتظامیہ سے بھی ظلم کروائے جاتے ہیں۔ لیکن ظلم کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ اصل حکومت خدا تعالیٰ کی ہے اور جب خدا تعالیٰ کی تقدیر اپنے فیصلے کرنے شروع کرتی ہے تو پھر بڑے بڑے فرعونوں کو

بھی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پس صرف خدا کا نام لینے سے خدا کا خوف اور ایمان دل میں قائم نہیں ہو جاتا۔ خدا کا خوف رکھنے والا وہی کہلاتا ہے جو طاقت ہوتے ہوئے بھی خدا کا خوف رکھے اور انصاف کے تمام تقاضے پورے کرے۔ ورنہ یہ سب منہ کی باتیں ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کا خوف ہے۔ بعض لوگ جو خدا کا نام لے کر پھر مظالم کی انتہا کرتے ہیں انہیں تو خدا تعالیٰ کی طاقتوں پر ایمان ہی نہیں ہوتا۔ صرف رسماً معاشرے کے اثر کی وجہ سے خدا کا نام لیتے ہیں۔ ایسے لوگ ان گھروں میں رہنے والے ہیں جو عنکبوت کا گھر ہے جو مکڑی کا جالا ہے، جس کو ہوا کا ایک جھوزکا بھی اڑا کر لے جاتا ہے۔ ان لوگوں کو اصل یقین اپنی دولت، اپنے تعلقات، اپنی طاقت، اپنی پارٹی، اپنے جتھے، بڑی حکومتوں سے اپنے تعلقات پر ہوتا ہے اور نہیں جانتے کہ بڑی طاقتیں بھی اپنے مفاد پورے ہونے پر طوطا چشمی کا مظاہرہ کرتی ہیں اور وفا کرنے والی صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔

پس مسلمانوں کو خاص طور پر بار بار اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی ڈھال بناؤ۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ قائم رہنے والی اور سب طاقتوں کی مالک صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے اسے ہی اپنے بچاؤ کا ذریعہ سمجھو۔ اسباب سے کام لینا، تعلقات قائم کرنا، تعلقات سے فائدہ اٹھانا بے شک جائز بھی ہے، ضروری بھی ہے۔ اسباب بھی خدا تعالیٰ کے مہیا کردہ ہی ہیں اور آپس کے معاشرتی تعلقات قائم کرنا، نبھانا، مدد لینا اور مدد دینا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگیاں گزارنے اور معاشرے کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ مگر یہ خیال ایک مومن کو کبھی نہیں آتا، نہ آنا چاہئے کہ اسباب اور تعلقات ہی سب کچھ ہیں۔ اصل سہارا تو خدا تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے۔ اگر خدا تعالیٰ کا سہارا نہ ہو اس کی مدد نہ ہو تو ظاہری اسباب اور تعلقات رتی بھر فائدہ نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی پہلی سورۃ میں ہی مومن کو اس کے مقام اور طریق کار کے حصول کے لئے ایک دعا سکھادی فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ: 5) کہ ہم عبادت بھی خدا تعالیٰ کی کرتے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں اور مدد بھی اسی سے مانگتے ہیں کہ عبادت کی توفیق بھی وہی دے اور ہماری احتیاجیں بھی وہی پوری کرے۔ اور اس دعا کی اتنی اہمیت ہے کہ پانچ نمازوں کے فرائض اور سنتوں میں اسے پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے بلکہ نوافل میں بھی اسے پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے تاکہ ہر وقت یہ خیال رہے کہ عبادت بھی سچے دل سے خدا تعالیٰ کی ہی کرنی ہے اور مدد بھی سچے دل سے خدا تعالیٰ سے ہی مانگنی ہے۔ ہر ضرورت پر، ہر خواہش پر، ہر کوشش کی تکمیل کے لئے پہلی نظر خدا تعالیٰ پر پڑنی چاہئے اور پھر اسباب کے ساتھ ساتھ اس

اصول کو بھی پکڑے رکھنا چاہئے کہ دینے والا تو خدا تعالیٰ ہے۔ ان کوششوں میں، ان تعلقات میں برکت ڈالنی ہے تو خدا تعالیٰ نے ڈالنی ہے۔ اگر کوئی اس اصول سے منہ پھیرتا ہے تو پھر وہ کامیابی کے اس دروازے کو اپنے اوپر بند کرتا ہے جو خدا تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اس طرح سوائے اپنی ہلاکت کے سامان کے اور کچھ نہیں کر رہا ہوتا۔ آخر کار پھر مادی اور روحانی زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایک مومن کے لئے روحانیت اور تقویٰ انتہائی اہم چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے گھر کی مثال دے کر یہ بھی واضح فرمادیا کہ منہ سے مذہب کا اقرار کر لینا کافی نہیں ہے۔ مذہب کا لیبیل لگا لینا اور اس کا لبادہ اوڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ اس سے انسان اپنی نجات کے سامان نہیں کر لیتا۔ بلکہ نجات اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہے۔ اس روح کو پیدا کرنے سے ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مذہب بھیجا ہے۔ اور مذہب کا بنیادی سبق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا جائے اور جب یہی مقصد ہے تو ایک دیا نثار انسان کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ کی تلاش کرے۔ قرآن کریم میں تو خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے مومن کو حکم فرمایا ہے کہ میری طرف قدم بڑھاؤ۔ ان باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرو جو خدا تعالیٰ نے ایک مومن کے لئے لازمی قرار دی ہیں۔ اسی لئے انبیاء آتے ہیں اور یہی کام خدا تعالیٰ کے مقررین اور اولیاء، انبیاء کے مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے کرتے ہیں۔ یہی مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بھی تھا اور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں“۔ (تزیق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 143)

پھر آپ فرماتے ہیں: ”میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔..... سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تاسچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو“۔ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13، حاشیہ صفحہ 291-293)

پس باوجود اس کے کہ قرآن کریم کی تعلیم اپنی اصلی حالت میں آج تک قائم ہے اور موجود ہے لیکن دلوں

سے اس کا اثر غائب ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ ایسے وقت میں جب دنیا خدا تعالیٰ کو بھول جاتی ہے۔ خدا کو چھوڑ کر دنیا پر انحصار کرنا شروع کر دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرستادوں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کی عظمت دنیا میں قائم کریں۔ جیسا کہ میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے پرانی قوموں کے قصے اس لئے بیان فرمائے کہ ان کو دیکھ کر ہوشیار رہو اور اپنے مقصد پیدائش کو نہ بھولو۔ اور مقصد پیدائش صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور دوسرے یہ پیشگوئی کا رنگ بھی رکھتی ہے۔ یہ واقعات جو بیان کئے گئے ہیں یہ پیشگوئی کا رنگ رکھنے والے واقعات ہیں کہ آئندہ بھی یہ حالت ہو سکتی ہے۔ چاہے وہ مسلمانوں کی جماعت ہی ہو اور آج دنیا کی حالت بتا رہی ہے کہ یہ سو فیصد سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کو بھول کر غیر مسلم تو علیحدہ رہے، مسلمانوں کا انحصار بھی اور توجہ بھی، کوشش بھی اور لگن بھی، دنیاوی چیزوں کے حصول میں بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اس مقصد کے لئے ہوئی کہ اس قرآنی تعلیم کو دنیا پر لاگو کریں جو آج سے تقریباً 15 سو سال پہلے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ قائم ہوئی تھی۔ جس میں بندے اور خدا کا ایسا تعلق پیدا کیا گیا تھا کہ عبادت کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے معاشرتی حقوق بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ادا کئے جاتے تھے۔ مومن ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کے لئے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کر سکے اپنے نصف وسائل دوسرے مسلمان کو دینے کے لئے تیار ہوتے تھے کہ اس کو ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اس وجہ سے میں خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ پھر مجھے ہر مشکل اور کڑے وقت میں بچانے والا ہوگا اور اس قربت کی وجہ سے وہ کیا حسین معاشرہ تھا جو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا۔ جو آپ کی قوت قدسی کی وجہ سے قائم تھا جس میں خالصتاً اللہ تعالیٰ کو ہی ڈھال بنایا جاتا تھا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان کا مقصد ہوتا تھا۔ جہاں ایک مومن صحابی اپنی چیز کی ایک قیمت مقرر کرتا ہے تو دوسرا مومن کہتا ہے کہ نہیں آپ نے اس کی یہ قیمت کم مقرر کی ہے۔ شہر میں تو آجکل اس سے بہت زیادہ قیمت ہے۔ بیچنے والا کہتا ہے کہ میں اسے کیونکہ گاؤں سے لایا ہوں وہاں یہی قیمت ہے میں تو اسے اسی قیمت پر بیچوں گا۔ میں زائد قیمت لے کر اللہ تعالیٰ کے دروازوں کو اپنے پر بند نہیں کرنا چاہتا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں تمہیں کم قیمت دے کر اپنے پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازوں کو بند نہیں کرنا چاہتا۔ ان میں جو بات چل رہی ہے تکرار اور بحث کی شکل اختیار کر لیتی ہے، کوئی بھی ان میں ماننے کو تیار نہیں ہوتا، نہ لینے والا نہ دینے والا کہ میں کیوں عارضی منافع کی خاطر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصار سے باہر نکلوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنے سے دور

کروں۔ پس یہ معاشرہ ہے جو قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اب احمدیوں کو بھی یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ اس معاشرے کے قیام کے لئے کیا ہم کوئی کردار ادا کر رہے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کو ولی بنانے کی خواہش رکھتے ہیں یا دنیا کے مال و دولت کو یا تعلقات اور جاہ و حشمت کو اپنا ولی بنا رہے ہیں؟ جب تک ہمارا ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر نہ ہو اور غیر اللہ سے مکمل تعلق نہ ٹوٹے۔ اس پر بھروسے اور امیدیں نہ ختم ہوں ہم حقیقی مومن نہیں کہلا سکتے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کو مکمل طور پر اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو پھر ہم ایسے گھر میں پناہ ڈھونڈ رہے ہیں جو عنکبوت کا گھر ہے۔ بے شک ہم کہنے کو تو ایمان لانے والوں میں شامل ہیں لیکن ہمارا عمل خدا تعالیٰ کو ڈھال نہیں سمجھ رہا۔ پس ہمارا خدا تعالیٰ کو ڈھال بنانا اس وقت حقیقی رنگ اختیار کرے گا جب ہمارا ہر قول و فعل، ہمارا اٹھنا بیٹھنا، ہمارا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوگا۔ ہمارا اللہ تعالیٰ سے ایک تعلق قائم ہوگا۔ ہماری تمام محبتوں پر خدا تعالیٰ کی محبت حاوی ہوگی۔ ہم صرف ولیوں اور پیروں کے قصے سننے والے اور پڑھنے والے نہیں ہوں گے بلکہ اپنی روحانیت کو اس بلندی تک لے جانے والے ہوں گے جہاں ہمارا ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے ایک تعلق پیدا ہو۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”ولی بنو۔ ولی پرست نہ بنو۔“

تمہارا تعلق خدا تعالیٰ کے پیاروں سے صرف اس لئے نہ ہو کہ ان سے دعائیں کروانی ہیں یا پھر کسی کو ولی سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جاؤ کہ اسی کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور پھر یہ اس حد تک بدعت اختیار کر لے کہ آپ تو دعاؤں کے قریب بھی نہ جاؤ، نمازیں بھی ادا نہ کرو اور کہہ دو کہ ہم نے فلاں بزرگ سے تعلق پیدا کر لیا ہے اور یہ کافی ہے۔ کسی کی بزرگی کی حالت کو تو خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ ایسے بزرگ جو اپنے آپ کو خدا کا قریبی سمجھ کر صرف یہ کہتا ہے یا کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے میں دعا کروں گا اور تمہارا کام ہو جائے گا اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی تلقین نہیں کرتے ان میں بھی ایک قسم کا تکبر پایا جاتا ہے۔ جو بھی تعویذ گندہ کرنے والے غیروں میں ہیں، مسلمانوں میں تو یہ بہت زیادہ یہ رواج ہے، وہ سب بدعتیں پیدا کرنے والے ہیں۔ پس بجائے کسی کا محتاج ہونے کے ایک مومن کا کام ہے کہ خود خدا تعالیٰ سے ایسے رنگ میں تعلق پیدا کرے کہ خدا کا ولی بن جائے۔ نہ لوگوں کے پاس یا کسی شخص کے پاس اس نیت سے دعا کروانے جائے کہ صرف اسی کی دعا قبول

ہوتی ہے۔ نہ ہی اپنے اندر چند دعاؤں کی قبولیت کی وجہ سے یہ تکبر پیدا کرے کہ میرا خدا تعالیٰ سے بڑا تعلق قائم ہو گیا ہے۔ حقیقی ولی وہی ہے جس میں عاجزی اور انکسار ہے اور جماعت احمدیہ میں ہر فرد کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس میں حقیقی ولی وہی ہے جس کا خلافت کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے۔

جماعت میں بہت بڑے بڑے دعائیں کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کی تو خود نوشت کتاب بھی ہے انہوں نے اپنے واقعات بیان کئے ہیں۔ ان کے قبولیت دعا کے بے شمار واقعات ہیں باوجود اس کے کہ ان کا اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق تھا۔ لیکن انہوں نے دعا کروانے والے کو ہمیشہ یہی کہا ہے کہ خلیفہ وقت کے ساتھ تعلق مضبوط کرو اور دعا کے لئے کہو اور خود بھی دعا کرو۔ یہ حقیقی ولایت ہے جو عاجزی میں بڑھاتی ہے اور ایسے ولی بننے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت فرمائی ہے کہ تمہارا حقیقی سہارا ہر وقت خدا تعالیٰ کی ذات ہو۔ یہ نہیں کہ جب کسی پریشانی کا وقت آئے تو پیروں اور فقیروں کے درباروں پر حاضر یاں لگانی شروع کر دیں۔ جس کا غیروں میں بہت رواج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رکھے جماعت کو اس بدعت سے۔ دعا کے لئے کہنا منع نہیں ہے۔ مومنوں کو ایک دوسروں کے لئے دعائیں کرنی بھی چاہئیں اور کہنا بھی چاہئے لیکن اس کے ساتھ خود بھی دعاؤں کی طرف توجہ ہونی چاہئے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ کسی مشکل میں نہیں بلکہ عام حالت میں خدا تعالیٰ سے ایسا تعلق ہو جو اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کا حق ادا کرنے والا ہو اور جب یہ حالت ہوگی تو تبھی کہا جاسکتا ہے کہ انسان نے ادھر ادھر پناہیں ڈھونڈنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔

اس بات کو مزید کھولنے کے لئے کہ کیوں خدا تعالیٰ کی پناہ تلاش کی جائے اور باقی ہر وسیلے کو خدا تعالیٰ کے مقابلے پر لاشی محض سمجھا جائے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ۔ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام: 15) تو کہہ دے کہ کیا اللہ کے سوا میں کوئی دوست پکڑ لوں جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا آغاز کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے جبکہ اسے کھلایا نہیں جاتا۔ تو کہہ دے کہ یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر ایک سے جس نے فرمانبرداری کی اول رہوں اور تو ہرگز مشرکین میں سے نہ بن۔ پس زمین و آسمان کا مالک تو وہ خدا ہے۔ یہ کتنی بڑی بے وقوفی ہے کہ جو مالک ہے اس کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی مخلوق کو مدد کے لئے پکارا جائے، اس مخلوق کے سہارے ڈھونڈے جائیں۔ خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کا آغاز کیا۔ اس نے سب کچھ پیدا

فرمایا۔ اس کو بنانے والا وہ ہے۔ اس میں ہر موجود چیز خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ پس جو پیدا کرنے والا اور اصل مالک ہے اس کو چھوڑ کر غیر اللہ کی جھولی میں گرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ پھر مزید اس دلیل کو مضبوط کیا کہ اس نے پیدا کر کے آغاز کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ غذا جو ہماری بقا کے لئے ضروری ہے اس کا انتظام بھی اس خدا نے کیا ہے۔ پس جب زندگی کی بقا کے سامان خدا نے کئے ہیں تو کسی دوسرے کی دولت، حکومت، اثر و رسوخ دیکھ کر اس پر گرنا یقیناً جہالت ہے۔ جس کے دروازوں پر انسان گرتا ہے وہ تو خود مخلوق ہونے کے ناطے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں اور جو خود کسی کا محتاج ہو اور کسی سے لے رہا ہو اور اس کو دینے والے سے مانگنے کی بجائے لینے والے سے مانگنا یہ تو پرلے درجے کی حماقت ہے۔ جبکہ جن دنیا داروں کے در پر تم گر رہے ہو ان کو دینے والا خود تمہیں کہہ رہا ہے کہ میرے پاس آؤ میں تمہاری حاجات پوری کروں گا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں کھلاتا۔ ایک تو یہ کہ مالک کل ہے۔ اس کو اس کی مخلوق نے کیا دینا ہے۔ دوسرے اصل مطلب یہ ہے کہ اس کو کھانے کی احتیاج ہی نہیں ہے۔ اس کی بقا تمہاری طرح مادی وسائل سے نہیں ہے۔ اس کو کسی خوراک اور لباس کی یا دوسری اشیاء کی ضرورت نہیں ہے۔ پس یہ مادی ضرورتیں انسان کی ہیں خدا تعالیٰ کی نہیں اور جس کی یہ ضرورتیں نہیں اور جو تمام وسائل کا منبع اور مہیا کرنے والا ہے اس کو چھوڑ کر ایک مومن کس طرح دوسرے کے در کو پکڑ سکتا ہے۔

پس اس خدا کی پناہ میں آنا ہر مومن کی زندگی کا مقصود ہونا چاہئے۔ ہر مومن کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس خدا کی عبادت کرنا میرا حق نظر ہو۔ اس خدا کے آگے اپنی ضروریات رکھنا یہی ایک مومن اور ایک انسان کی عقلمندی کا تقاضا ہے۔ پس اس خدا کی کامل فرمانبرداری کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے اور جو ایسے لوگ ہیں یہی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہوتے ہیں اور پھر ان سے بڑھ کر انبیاء کا درجہ ہے جو یقیناً اولیاء بھی ہیں۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد اس پر قائم رہنے اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے سے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے۔ فرماتا ہے رَبِّ قَدْ اتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ۔ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (یوسف: 102) کہ اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔ مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زمرہ میں شامل کر۔

خدا تعالیٰ کے ولیوں کو نہ ہی کشائش اور نہ ہی بُرے حالات خدا تعالیٰ کو بھلانے کا باعث بنتے ہیں۔ انہیں ہر حالت میں خدا یاد رہتا ہے اور وہ اس پر قائم رہنے کے لئے کہ ہر آن خدا تعالیٰ سے ہی حاصل کرنا ہے یہ دعا بھی

مانگتے ہیں جو بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ حضرت یوسفؑ کی دعا تھی جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ اور اس دعا کا بیان اس لئے ہے کہ ہم بھی خدا تعالیٰ سے تعلق اور روحانی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ سے قرب بڑھانے کے لئے یہ دعا کیا کریں دنیاوی کامیابیاں ہمیں خدا تعالیٰ کی ذات سے دور نہ لے جائیں اور ابتلاء اور مشکلات ہمیں خدا تعالیٰ کی ذات سے بدظن نہ کر دیں۔ بلکہ یہ دعا ہو کہ خدا تعالیٰ ہمیں ہر حالت میں فرمانبرداری کرتے ہوئے وفات دے۔ ہمارا شمار ہمیشہ ان میں ہو جو صالحین اور خدا تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا کا طریق بھی ہمیں سمجھا دیا کہ یہ دعا کس طرح کرنی ہے۔ ولی بننے کے لئے کس طرح کوشش کرنی ہے۔ کس حالت میں تم خدا تعالیٰ کے قریب ہوتے ہو کہ جب خدا تعالیٰ تمہاری دعائیں سنتا ہے اور تمہیں اپنے قرب سے نوازتا ہے اس بارہ میں سورہ طہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرماتے ہوئے کہ جو دنیاوی زندگی کے سامان ہیں جو دنیا داروں کو دیئے گئے ہیں انہیں دیکھ کر تمہارے اندر بھی دنیاوی لالچ پیدا نہ ہو جائے بلکہ یہ عارضی رزق ہے۔ تم اپنے رب کے اس رزق کی تلاش کرو جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ولی بننے کی کوشش کرو۔ دنیاوی لالچ کی وجہ سے نہ دنیا داروں سے دوستی کرو، نہ ہی اس دولت کی طرف اتنے مائل ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ تمہیں بھول جائے۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ جو دنیاوی دولت تمہیں آج نظر آ رہی ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہے۔ آجکل بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیاوی دولت کا لالچ ہی ہے جس نے دنیا کے دو بلاک بنائے تھے۔ پھر ان میں کوششیں ہوئیں تو کمی لانے کی کوشش کی گئی۔ روس کی سٹیٹس بنیں اور ٹوٹا۔ اب پھر وہی سوچیں ابھرنے لگ گئی ہیں۔ بلاک بننے شروع ہو رہے ہیں۔ پاکستان افغانستان وغیرہ پر بھی جو بڑی طاقتوں کی امن قائم کرنے کی مہربانی ہے یہ ان کی کسی ہمدردی کے لئے نہیں ہے بلکہ اپنی طاقت قائم رکھنے اور ہمسایہ ممالک کے وسائل کو استعمال کرنے کے لئے ہے اور آخر میں دنیا دیکھے گی کہ نتیجہ یہی نکلے گا۔

پس آجکل جو حالات ہیں، دنیا کی طاقتوں کی جو چھیڑ چھاڑ شروع ہے اس کا بھی انجام بڑا بھیا نک نظر آ رہا ہے۔ اس کے لئے بھی احمدیوں کو بہت دعا کرنی چاہئے۔

مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ تم ان کی دولتوں اور ان موجودہ حالتوں کو نہ دیکھو۔ تمہاری کامیابی خدا تعالیٰ سے تعلق میں ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ فرمایا وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا۔ نَحْنُ نَرْزُقُكَ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی (سورہ طہ: 133) اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین کرتا رہ اور اس پر ہمیشہ قائم رہ۔ ہم تجھ سے کسی قسم کا رزق طلب نہیں کرتے۔ ہم ہی تو تجھے رزق عطا کرتے ہیں اور نیک انجام تقویٰ ہی کا ہوتا ہے۔ اپنی

روحانی حالت بڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے خود بھی نمازوں کی طرف توجہ دو اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کی تلقین کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جیسا کہ رزق کا پہلے بھی ذکر آچکا ہے یہاں بھی یہی بیان ہے کہ اصل رزق تو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ مومن جب عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کو خدا تعالیٰ جہاں مادی رزق دیتا ہے وہاں وہ روحانی رزق میں بھی ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھتا ہے۔ اس میں قناعت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی نظر دوسروں کی دولت پر پڑنے کی بجائے ہر آن خدا تعالیٰ پر پڑتی ہے اور جب یہ صورت ہوگی تو تقویٰ میں ترقی ہوگی اور متقی کا اللہ تعالیٰ خود ہر معاملے میں کفیل ہو جاتا ہے۔ اسے ایسی ایسی جگہوں سے دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ متقی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ دوسروں کی دولت اور طاقت کی انہیں رتی بھر پروا نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولادوں کو اپنے سے خاص تعلق پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آنحضرت ﷺ نے ایک دعا بھی سکھائی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ یہ روایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے کہ میں ان کو وتر میں پڑھا کروں۔ کلمات یہ ہیں کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل کر کے ہدایت دے جنہیں تو نے ہدایت دی ہے۔ اور مجھے ان لوگوں میں شامل کر کے عافیت دے جنہیں تو نے عافیت دی ہے۔ اور ان لوگوں میں شامل کر کے میرا متکفل بن جا جن کی تو نے خود کفالت کی ہے۔ اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں میرے لئے برکت رکھ دے۔ اور جو شر تو نے مقدر کر رکھا ہے اس سے مجھے بچا۔ یقیناً تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا تو دوست بن جائے وہ کبھی ذلیل و رسوا نہیں ہوتا۔ اے ہمارے رب تو بڑی برکتوں والا اور بڑی شان والا ہے۔ یہ حدیث سنن ترمذی کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ پس یہ دعا ہمیشہ ہمیں مانگتے رہنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔“

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد سوم۔ صفحہ 503-504)

پھر فرمایا: ”خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونے سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔“

(مجموعہ اشتمارات۔ جلد سوم۔ صفحہ 503-504)

اللہ کرے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ کی ذات میں ہر آن پناہ ڈھونڈنے والے ہوں۔ دنیاوی لالچوں سے دور ہوں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کرنے میں اول درجے میں شمار ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو دعائیں ہیں ان سب کے وارث بنیں اور اللہ تعالیٰ کے ولی بننے کی طرف ہر آن ہمارے قدم بڑھتے چلے جائیں۔

آج یہاں ایک وضاحت بھی میں کر دوں، پہلے تو ایک آدھ خط مجھے آتے تھے، اب ایسے خطوں کی کثرت ہو گئی ہے۔ بعض لوگوں نے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ میرے حوالے سے یہ مشہور کر دیا گیا ہے کہ یہاں یورپ میں بھی اور دوسری جگہوں پہ بھی حکومتوں کی طرف سے جو سوائن فلوکا ٹیکہ پریوینٹو (Preventive) لگایا جا رہا ہے، وہ نہ لگوائیں کہ میں نے اس سے روکا ہے۔ میں نے قطعاً کوئی ایسی بات نہیں کی۔ جہاں جہاں لگایا جا رہا ہے اور جن جن لوگوں کو، بچوں یا بوڑھوں کو حکومت نے کہا کہ لگوائیں، تو وہ بالکل لگوائیں۔ کسی نے روکا نہیں ہے۔ پتہ نہیں میری کس بات سے اخذ کر لیا گیا ہے یا ویسے ہی ہوائی اڑا دی ہے۔ انواہوں سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔